Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

IBN-E-IKHALADOON'S CONCEPT OF EDUCATION AND SOCIETY

ابن خلدونؒ کا تصورِتعلیم اور تشکیلِ معاشرہ

Riaz Ahmad[1], Prof.Dr.Maqbool Hassan Gilani[2]

ABSTRACT- Ibn-e-Khaldoon was a great Muslim philosopher and historian. He was the founder of the Philosphy of history and sociology. His renowned book "History of Ibn-e-Khaladoon has still distinctive position and is widely read individually and teach at educational institutions all over the world. He has credit to introduce scientific principles and created sequence in historical events. He devoted sixth and last chapters of his book to his concept of education. He argued that the students should be promoted to exchange knowledge and it will generate creativity among them. He opposed coercive measures against the students and said that it will forced them to tell lies and opt bad habits.The objective of this paper is to study different concepts of Ibn-e-Khaladoon and make suggestion to implement them in our society so that teachers, students and general readers can reap benefits from them.

Key words: Philosophy, History, Socialogy, exchange of knowledge.
Type of study: Original research paper
Paper received: ` 18.09.2017
Paper accepted: 12.11.2017
Online published: 01.01.2018

1. M. Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan.
2. Associate Professor, Government College, Jalalpur Peer Wala, Multan. maqbool.gilani@gmail.com. +9203006341658.

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

تعارف:

علامہ عبدالرحمٰن بن محمدبن خلدون(۷۳۲ھ-۸۰۸ھ) اپنے عہد کے ایک ممتاز اور عظیم مسلم مفکرین میں سر فہرست تھے۔ آپ کی شخصیت کااگر ہم علمی خدمات کے لحاظ سے جائزہ لیا جائے تو ان کی شخصیت کی تین الگ الگ حیثیتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مورخ کی حیثیت سے
۲۔ فلسفہ تاریخ کے بانی کی حیثیت سے
۳۔ عمرانیات کے بانی کی حیثیت سے

مؤرخ کی حیثیت سے ان کی شخصیت اب تلک مسلمہ ہے۔ آپ کی شہرہ آفاق کتاب "کتاب العبر" المعروف "تاریخ ابن خلدون" اب تک اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھے ہوئے ہے۔ابن خلدون سے قبل تاریخ صرف اور صرف واقعات کی قلمبندی کا نام تھا۔ اس میں واقعات کی ربط و تعلیل کو سرے سے ہی نظرانداز کردیا جاتا تھا۔ ابن خلدون سے تاریخ میں سائنٹیفک اصولوں کو متعارف کروایا اور واقعات کے ربط و تسلسل کوقائم کیا۔ آپ نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کے مقدمہ کے چھٹے اور آخری باب کو معاشرہ کے تعلیمی مسائل کیلئے وقف کر دیا ہے اور یہی باب ان کے تعلیمی نظریات کا اہم ترین ماخذ ہے۔تا ہم انہوں نے اپنے مقدمہ کے دیگر ابواب نیز اپنی تاریخ عالم میں معاشرتی مسئلہ کی حیثیت سے تعلیم پر بحث کی ہے۔اور وہ جہاں بھی معاشرہ کے نقائص یا خوبیاں بیان کرتے ہیں یا کسی اہم ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہیں، وہاں وہ تعلیم اور اس سے متعلقہ مسائل کا تجزیہ کرتا چلا جاتا ہے۔ابن خلدون نے تعلیم سے متعلق اس باب کو درج ذیل پچاس فصول پر تقسیم کیا ہے جن سے ان کے تعلیمی افکار کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

۱۔ تمدن کے زمانے میں علم کا سیکھنا اور سکھانا ایک طبعی عمل ہے۔یعنی انسان جب تمدنی زندگی گزارتا ہے تو اس کے لیے اس فطری طور پر وہ اپنے آس پاس رہنے والوں سے سیکھتا ہے اور اسی طرح وہ بھی اس سے سیکھتے ہیں۔[1]

۲۔علم کا سیکھنا بھی ایک صنعت ہے۔[2]

یعنی صنعتوں کی طرح علم کی ہرایک کی اصطلاح جداگانہ ہے۔ اس فصل میں وہ طلبہ میں ملکہ پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ملکہ پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ طلباء کثرت سے علمی مسائل میں باہمی مذاکرے اور مناظرے کرتے رہیں۔[3]

۳۔ کثرتِ علوم کا انحصار آبادی اور تمدن پر ہے۔[4]

۴۔ اس فصل میں علامہ خلدونؒ اپنے دور کے مروجہ علوم او ر ان کی اقسام پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس میں بنیادی طور پر وہ علوم کی دو اقسام بیان کرتے ہیں؛ علومِ شرعیہ اور علوم نقلیہ۔ علومِ شرعیہ کی ذیل میں وہ وضاحت کرتے ہیں کہ شرعی علوم میں وہ علوم بھی شامل ہیں جو ان علوم کو سیکھنے میں مددگار ہوتے ہیں۔یہاں وہ عربی زبان کا ذکر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ عربی اسلام کی زبان ہے۔[5]

علومِ نقلیہ میں علامہ ابن خلدونؒ درج ذیل علوم کا تذکرہ کرتے ہیں:

علم تفسیر، علمِ قراءت، علومِ حدیث اور علمِ فقہ

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

۵۔ اس فصل میں علامہ ابن خلدونؒ قراءت کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔[6] سات مشہور قراءتوں کو بیان کر کے وہ معروف قراء حضرات کے بارے میں بھی بیان کرتے ہیں جن میں قاری ابو عمر ودانی اور قاری ابوالقاسم کا ذکر شامل ہے۔ یہاں وہ مشرقی اندلس کے بادشاہ 'مجاہد' کا بطورِ خاص ذکر کرتے ہوئے ان کے دور کو قراءت کے لیے ایک سنہری دور قرار دیتے ہیں۔ علامہؒ فنِ قراءت کے تحت فنِ رسم الحروف کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔

٦۔ فصل ششم کو علامہؒ نے علومِ حدیث کے لیے مخصوص کیا ہے۔ [7]
اس فصل میں علامہ ابن خلدون علمِ ناسخ و منسوخ اور علمِ رجال کا خصوصی ذکر کرتے ہیں۔علاوہ ازیں امام بخاری، مسلم، امام حاکم اور امام ابو حنیفہؒ کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

۷۔یہ فصل علمِ فقہ اور فرائض کے بارے میں ہے۔[8]

٨۔ فصل ہشتم میں الگ سے علمِ فرائض پر بحث کی ہے۔[9]

۹۔اس فصل میں اصولِ فقہ اور اس کے متعلقہ مباحث ہیں۔[10]

۱۰۔ دسویں فصل علم الکلام کے متعلق ہے جس میں تفصیلی بحثیں شامل ہیں۔[11]

۱۱۔یہ علمِ تصوف کے بارے میں ہے۔ اس میں ابن خلدون لکھتے ہیں کہ وحدتِ مطلقہ کا عقیدہ باطل ہے۔[12]

۱۲۔گیارھویں فصل علم تعبیرِ خواب ے بارے میں ہے۔[13] اس میں انہوں نے امام محمد ابنِ سیرینؒ کو اس فن کا امام قرار دیا ہے۔[14]

۱۳۔علامہؒ نے اس باب کی تیرھویں فصل میں علومِ عقلیہ اور ان کی چار اقسام بیان کی ہیں:
علمِ منطق، علمِ طبیعی، علمِ الٰہی، علمِ تعالیم۔علامہؒ نے علمِ تعالیم کو مزید چار علوم پر تقسیم کیا ہے: علم ہندسہ، علمِ حساب، علمِ موسیقی، علمِ ہیئت۔[15]

۱۴۔ اس میں عددی علوم شامل ہیں۔ حساب اور الجبرا کا بیان بھی شامل ہے۔[16]

۱۵۔اس فصل میں ریاضی اور ہندسہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔[17]

۱٦۔ یہ فصل باقاعدہ طور پر علمِ ہیئت کے بارے میں ہے۔[18]

۱۷۔اس فصل میں علمِ منطق کے متعلق بحث کی گئی ہے۔[19]

۱۸۔ یہ فصل علمِ طبیعات کے بارے میں ہے۔[20]

۱۹۔یہ فصل علمِ طب کے موضوع پر ہے۔[21] اس میں علامہؒ نے انسانی اعضاء کے فوائد کا ذکر کیا ہے۔

۲۰۔ یہ فصل میں علمِ نباتات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔[22]

۲۱۔ اس فصل کا موضوع ہے علمِ الٰہیات۔[23]

۲۲۔ اس فصل میں علامہ ابنِ خلدون نے جادو اور طلسمات کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔[24]

۲۲ الف۔ علمِ جفر اور اسرار احروف ، یہ فصل کا عنوان ہے۔ [25]

۲۳۔اس فصل میں علمِ کیمیاء پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔[26] اس میں ابنِ خلدونؒ نے عظیم کیمیادان ابو بکر بن بشرون کا خط بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے ابوالسمح کو لکھا تھا۔

۲۴۔ اس فصل کا تعلق فلسفے کے بطلان اور اس کی خرابیوں کے بارے میں بحث شامل کی گئی ہے۔[27]

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

۲۵۔ اس فصل میں علمِ نجوم کا بیان ہے۔ اس میں علامہؒ نے اس علم کی تردید کی ہے اور اسے سرے سے بے بنیاد ثابت کیا ہے۔[28] مزید برآں علم نجوم کی تردید میں انہوں نے ابو القاسم روحی تونسی کا قصیدہ بھی نقل کیا ہے۔[29]

۲۶۔ اس فصل میں کیمیاء کے وجود و ثمرات کی تردید اور عقیدۂ کیمیاء سے پیدا ہونے والی خرابیوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔[30]

۲۷۔اس فصل میں بیان کیا گیا ہے کہ کثرتِ کتب سے تحصیلِ علم میں رکاوٹیں پید اہوتی ہیں۔[31]

۲۸۔اس فصل میں بیان کیا گیا ہے کہ تلخیصات کی کثرت بھی تحصیلِ علم میں خلل انداز ہوتی ہے۔[32]

۲۹۔ یہ فصل تعلیم کے صحیح اور نفع بخش ہونے پر روشنی ڈالتی ہے۔[33]

۳۰۔ اس فصل میں بیان کیا گیا ہے کہ الٰہیات پر زیادہ غورو فکر اور اس کو زیادہ کریدنے سے باز رہنا چاہیے۔[34]

۳۱۔ اس فصل میں اسلامی ملکوں میں رائج تعلیم کے مختلف طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔[35]

۳۲۔اس فصل میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ طلبہ پر سختی کرنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔اس سے خودداری سلب ہونے کے ساتھ ساتھ بچوں میں جھوٹ اور بد باطنی پیدا ہوتی ہے۔ اس فصل میں علامہؒ نے خلیفہ ہارون الرشید کے اپنے بیٹے امین کے استاد 'احمر' کو لکھے جانے والا نصیحت نامہ بھی نقل کیا ہے۔[36]

۳۳۔سفر وسیلۂ ظفر ہے۔ اس فصل میں علامہؒ نے بیان کیا ہے کہ سفر طالب علم کے لیے علم و کمال میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ اساتذہ سے کسبِ فیض بھی علم و فضل میں اضافے کا موجب بنتا ہے۔[37]

۳۴۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں: ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''
لیکن علامہ ابن خلدونؒ اپنے دور کے علماء کے بارے میں فصل ہٰذا میں لکھتے ہیں کہ دورِ حاضر کے علماء سیاست اور اس کی ریشہ دوانیوں سے دور رہنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔کیونکہ علماء غورو فکر کے عادی ہوتے ہیں۔[38]

۳۵۔ اس فصل میں علامہؒ نے ثابت کیا ہے کہ زیادہ تر علماء عجمی ہیں، خواہ علومِ شرقیہ ہوں یا علومِ عقلیہ۔[39]

۳۶۔ یہ فصل عربی زبان کے علوم پر مشتمل ہے۔ یہ علوم بنیادی طور پر چار ہیں؛ لغت، نحو، بیان اور ادب۔ علامہؒ کا کہنا ہے کہ ان چاروں علوم پر مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔[40] اس ضمن میں علامہ ابن خلدون تفسیر کشاف کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں کہ بیان میں اس کا بلند مقام ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ اس میں عیب ہیں۔[41]

۳۷۔ اس فصل میں علامہؒ بیان کرتے ہیں کہ لغت ایک صنعتی ملکہ ہے۔[42]

۳۸۔ اس میں آپ لکھتے ہیں کہ اس زمانے کی عربی زبان مستقل ہے اور مضریوں اور حمیر کی زبان سے الگ ہے۔[43]

۳۹۔ شہریوں کی زبان مضر کی زبان سے جداگانہ اور مستقل ہے۔[44]

۴۰۔ اس فصل میں علامہؒ مضری زبان کی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم مضری زبان میں نازل ہوا تھا۔[45]

۴۱۔اس فصل میں علامہؒ بیان کرتے ہیں کہ مضری زبان میں ملکہ کے حصول کے لیے علمِ نحو ضروری نہیں ہے۔[46]

۴۲۔ یہ فصل ذوق کے بارے میں ہے۔اس میں علامہؒ نے علمائے بیان کے نزدیک ذوق کی تفسیر اور تحقیق بیان کی ہے۔ اور یہ کہ ذوق عجمیوں کو شاذونادر ہی نصیب ہوتا ہے۔[47]

۴۳۔ اس فصل میں علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ شہری بھی عموماً تعلیم کے ذریعے اصل زبان کا ملکہ حاصل نہیں کر سکتے۔ جبکہ عجمیوں کے لیے تو اس کی تحصیل اور بھی مشکل ہے۔[48]

۴۴۔اس فصل میں ابنِ خلدون نے کلام کی دو اقسام بیان کی ہیں؛ ۱۔ منظوم کلام، ۲۔ نثر۔[49]
اس حوالے سے علامہؒ نے قرآنِ کریم کی خصوصیات بیان کی ہیں۔

۴۵۔ اس فصل میں آپؒ بیان کرتے ہیں کہ نظم اور نثر ہر دو اصناف میں کوئی شخص کم ہی ماہر ہوتا ہے۔[50]

۴۶۔یہ فصل شعر گوئی کے متعلق ہے۔[51] اس فصل میں علامہؒ نے ابن رشیق کی ایک نظم بھی نقل کی ہے۔[52]

۴۷۔ اس فصل میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ نظم اور نثر کا تعلق الفاظ سے ہوتا ہے معانی سے نہیں۔[53]

۴۸۔ اس فصل میں ابن خلدونؒ بیان کرتے ہیں کہ زبان میں ملکہ کثرتِ حفظ سے پیدا ہوتا ہے اور عمدگی عمدہ کلام کے کثرتِ حفظ سے آتی ہے۔[54]

۴۹۔ اس فصل میں بیان کیا گیا ہے کہ اشرافیہ کا طبقہ شاعری سے دور ہی رہتا ہے۔[55] یہاں اس کے اسباب بھی بیان کیے گیے ہیں۔

۵۰۔ پچاسویں اور آخری فصل میں علامہ ابن خلدونؒ اپنے عہد کے عربوں اور شہریوں کے اشعار کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔[56] اس فصل میں علامہؒ نے شعر کہنے کے آداب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اہلِ اندلس کی موشح منظومات کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہاں علامہؒ نے عبادت الزار کا موشح نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں ابو بکر ابیض کے کلام کا نمونہ بھی اس فصل میں شامل کیا گیا ہے۔مزید بر آں کئی دیگر معروف الوقت شعراء کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔فلسفہ تاریخ وا جتماع کے یہ بانی ابنِ خلدون زندگی اور تعلیم کا افادی پہلو سے جائزہ لیتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں:

> ’’ہر انسان کو زندہ رہنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرے۔ حرفتی معلومات حاصل کرنے سے پہلے اس کیلئے ضروری ہے کہ تھوڑی بہت عام تعلیم حاصل کرے تا کہ وہ مطلوبہ حرفہ کے بارے میں معلومات جمع کر سکے۔ لہٰذا انسان کیلئے تعلیم ناگزیر ہے۔‘‘[57]

ابن خلدون نے تعلیم کو اہم معاشرتی ضرورت اور تعلیم کا سب سے بڑا فائدہ حصول ملکہ قرار دیا ہے۔ اور عملی زندگی میں آج جب ہم ابن خلدون کے اس نظریہ کا جائزہ لیتے ہیں تو اس ترقی یافتہ، تکنیکی اور سائنٹفک دور میں اس نظریہ نے عملی صورت اختیار کر لی ہے۔اگر دنیا کی جامعات کے نصاب پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ فنی یا صنعتی تعلیم کے آغاز سے قبل طالب علم کیلئے لازم ہے کہ وہ ایک خاص حد تک عام تعلیم حاصل کرے۔اس باب میں تعلیم کے بارے میں علامہ ابن خلدونؒ کے چیدہ چیدہ افکار کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

تعلیم و تربیت کے بارے میں افکار:

مقدمہ ابن خلدون کی تعلیمی بحثوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کی کوئی خاص تعریف بیان نہیں کی۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مسلم معاشرہ میں تعلیم کا تصور و مقصد اس قدر متعین تھا کہ اس کے بیان کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

ابن خلدون تعلیم و تربیت کے موضوع پر اس طرح بحث کرتا ہےگویا وہ ایک جانے پہچانے موضوع پر گفتگو کر رہا ہےلہٰذا تعریف کی ضرورت محسوس نہیں کرتالیکن یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اس نے تعلیم کی تعریف اور اس کی حدود کا تعین کئے بغیر ہی اس پر قلم اٹھایا۔ ابن خلدون تعلیم کو باقاعدہ ایک صنعت قرار دیتے ہیں۔[58]اور صنعت کی تعریف کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''جان لو کہ صنعت ایک ملکہ ہے جس کا تعلق فکری اور علمی امور سے ہوتا ہے۔''[59]

گویا ابن خلدون حکیمانہ انداز میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انسانی ذہن و شعور میں مشاہدات کے مطابق نظریات جنم لیتے ہیں۔ اور جب انہی نظریات کو تجربات کی کسوٹی پر پرکھ کر کھرا قراردے دیا جاتا ہے تو عملیات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ۔ اور یہی عملیات تکرار سے ملکہ کا موجب بنتے ہیں اور انسان کے مشاہدات کو نظریات میں ڈھالتے رہنے سے جدید علوم معرض وجود میں آتے رہتے ہیں۔

تعلیم کو صنعت قرار دے کر بالواسطہ ابن خلدون یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تعلیم ایک اکتسابی ملکہ ہے۔ اور انسان نہ صرف اپنی محنت و کوشش سے اسے حاصل کر سکتاہے بلکہ حسب خواہش اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے۔ اور چونکہ ہر انسان کو مشاہدہ کی قوتیں فطرتاً و دیعت ہوتی ہیں ۔ اس لئے ہر انسان تعلیم کی دولت سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ اس طرح سے وہ اس فلسفہ کی طرف اشارہ کرتا ہےکہ کسی خاص قوم، نسل یا خطہ کی میراث نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے ہر شخص اپنی محنت و کاوش سے حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لئے ابن خلدون نے صنعت کی ترقی و تنزل کے جملہ اصول فطرت کو تعلیم کے عروج و زوال پر منطبق کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کثرتِ علوم کا انحصار کثرتِ آبادی پر ہے۔یہ اس کے مقدمہ کے چھٹے باب کی فصل سوم ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تعلیم بھی دیگر صنعتوں کی طرح معاشی ضروریات سے ایک امر ہے اور عوام جب معاشی ضروریات سے فارغ ہوں تبھی اس طرف توجہ کر سکتے ہیں۔[60]

تعلیمی نفسیات کے بارے میں افکار :

ابن خلدون نے انسانی معاشرے کا ایک حکیم اور مدبر کی حیثیت سے گہرا مطالعہ کیا اور جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا، اس کے معاشرتی نقائص و مضرات کوطشت ازبام کرتا چلاگیا۔ یہی وجہ ہے کہ مسائل تعلیم پر قلم اٹھاتے وقت انسانی معاشرے کی نفسیات کا ابن خلدون نے بنظر غائر مطالعہ کیا اور وقت کے مروجہ نظام ہائے تعلیم کے نفسیاتی پہلوؤں پر روشنی ڈالی، اور درج ذیل اصول نفسیات کو وضاحت سے بیان کیا ۔

الف: تعلیم میں صحیح مہارت جسے وہ ملکہ کے نام سے تعبیر کرتا ہے ، حضری (یعنی شہری)زندگی کو حاصل کرنے والوں کو حاصل نہیں ہوسکتی ۔ البتہ بدوی جو جفا کش اور بلا کے محنتی ہوتے ہیں، یہ مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اس کا خیال ہے :

''شہری لوگ مختلف زبانیں بولنے کی وجہ سے کسی بھی زبان کو اپنی صحیح حالت میں باقی نہیں رکھ سکتےبلکہ زبانوں کے امتزاج اور اثرو نفوذ کے نتیجہ میں اصل

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

> زبان آہستہ آہستہ مفقود ہوتی رہتی ہے۔زبان دانی اس کے نزدیک بہر حال اکتساب میں سبقت رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ نہ صرف علوم کو ان کی اصلی وضع کے ساتھ قائم رکھتے ہیں، بلکہ ملکہ بھی انہیں کو حا صل ہوتا ہے۔''[61]

ابن خلدون شہری اور دیہاتی آبادی میں تعلیمی نفسیات کی رو سے یہ واضح خط کھینچ دینا چاہتے ہیں کہ دیہاتی لوگوں کو علم ٹھوس، مکمل اور حقیقی ہوتا ہے۔اور وہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہتے ہیں ۔ جبکہ شہری باشندے اس صنعت سے عاری ہوتے ہیں۔ ابن خلدون کے اس نظریہ کی روشنی میں آج جب ہم اپنے گردو پیش کا جائزہ لیتے ہیں تو اسے مبنی بر حقیقت پاتے ہیں۔ ہمارے ملک کی اکثریت دیہات میں آباد ہے۔ اور تعلیمی نتائج کی فہرست میں بھی دیہاتی طلبہ سر فہرست ہی نظر آتے ہیں۔ اور عملی میدان میں بھی ان کی صلاحیتیں اور ترقیاں حوصلہ افزا اور قابل قدر ہیں۔

ب: ابن خلدون نے تعلیمی نفسیات کے ضمن میں جو دوسرا اہم نقطہ بیان کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ رٹائی کرنا نہایت مضر ہے۔کیونکہ اولاً طوطے کی طرح رٹا ہوا علم وقتی اور ہنگامی حیثیت رکھنے کی وجہ سے دیرپا نہیں ہوتا۔

ثانیاً رٹائی کرنے سے انسان کی تخلیقی قوتیں اور قوائے فکریہ مفلوج ہو کہ رہ جاتی ہیں۔ [62]جبکہ اس کے نزدیک تعلیم کے حصول کا اصل مقصد تخلیقی قوتوں کا اجاگر کرنا ہے۔ اور اسی کا نام ملکہ ہے۔جو رٹائی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔مسلم مفکرین تعلیم میں ابن خلدون نے اس نظریہ کو سب سے پہلے پیش کیا۔ اور آج یہی نظریہ مسائلِ تعلیم کا اہم ترین جز قرار پا گیا ہے۔

ج:- ابن خلدون نے تعلیم کو اجتماعی اور معاشرتی حیثیت دینے کیلئے تعلیمی سفر پر بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ اس سے انسان زندگی کے نشیب و فراز سے آگہی پاتا ہے۔ اس نے لکھا ہے:

> ''حصول علم کبھی تو لکھنے پڑھنے سے ہوتا ہے اور کبھی گفتگو اور باہمی میل ملاپ سے، اور ماہرین فن اساتذہ سے حاصل کیا ہوا علم مستحکم اور وسیع ہوتا ہے۔ اور طالب علم جب ایک ہی مضمون مختلف اساتذہ سے پڑھتا ہے۔ اور ان سے تبادلہ خیال کرتا ہے تو اسے اچھے برے کی تمیز کے ساتھ اس مضمون پر ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔اور یہ صورت سفر کے بغیر میسر نہیں آسکتی۔ کیونکہ عموماً ہر طالب علم کے آبائی وطن یا شہر میں اساتذہ کی تعداد بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ ان میں بھی ماہرین فن شاذو نادر ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا دیگر ماہرین کی طرف رجوع کرنے کیلئے تعلیمی سفرنا گزیر ہے۔''[63]

د: طلباء پر سختی کا مسئلہ ماہرین تعلیم اور ماہرین نفسیات کے مابین موضوع بحث رہا ہے۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد اب اس بات کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ طلبہ کو جو بات شفقت و محبت سے ذہن نشین کرائی جا سکتی ہے وہ مار پیٹ اور تشدد سے نہیں۔ لیکن ابن خلدون نے آج سے صدیوں پہلے اس مسئلہ کی نشاندہی کر دی تھی۔اور بڑی تفصیل سے سزا کے مضر اثرات کو بیان کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

> ''سزا کا اثر چھوٹے اور بڑے دونوں ذہنوں پر مرتب ہوتا ہے۔ جن قوموں میں سز ا دینے کا رواج ہے ان کا کردار و اخلاق نہایت پست ہوتا ہے۔ بچوں کو سزا دینے سے ان کی ذہنی قوتیں انحطاط پذیر ہو جاتی ہیں۔ ان کے فطری جذبات ، غوروفکر اور

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

اختراع کا مادہ دب کر رہ جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ بچے طرح طرح کی غیر اخلاقی برائیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان میں جھوٹ بولنے ، حقائق کو چھپانے ، بہانے بنانے اور کام سے جی چرانے جیسی قبیح عادات جنم لے کر پروان چڑھتی ہیں۔جس سے آئندہ نسلیں اور موجودہ فردو قوم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔''[64]

ابن خلدون چونکہ اجتماعی نقطہ نظر سے مسائل کا جائزہ لیتا ہے۔اس لئے اس نے سزا دینے کی معاشرتی
اہمیت کو دیگر مسلم مفکرین تعلیم کی طرح یکسر نظر انداز نہیں کیا بلکہ وہ اس میں حتی الوسع کمی کرنے کا حامی ہے۔ چنانچہ اس نے محمد بن ابی زید کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

'' محمد بن ابی زید نے طلبہ اور اساتذہ کے متعلق اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب استاد کو ناگزیر وجوہ کی بناپرسزا دینے کی ضرورت پیش آئے تو اسے تین بید سے زیادہ ہر گز نہ مارنے چاہئیں۔''[65]

نصاب کے بارے میں افکار:

ابن خلدون نے اپنی زندگی میں مختلف ممالک کا طویل سفر کیا اور ہر ملک کے نظم و نسق ، سیاسی حالات، معاشرتی رجحانات اور تعلیمی سرگرمیوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ۔ چنانچہ جب اس نے مقدمہ میں تعلیمی امور پر قلم اٹھایا تو اس نے مختلف ممالک کے مروجہ نصاب ہائے تعلیم کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ اور ان کی خامیوں کی نشاندہی کر کے
ان کی خامیوں کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کیلئے ٹھوس تجاویز پیش کیں۔

ابن خلدون نے پہلے مرحلہ میں علوم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

علوم عقلیہ اور علوم نقلیہ۔[66]

علوم عقلیہ سے وہ ایسے علوم مراد لیتا ہے۔ جو انسانی فکر و عقل کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ اور انسان ان میں کسی خارجی دلالت کے بغیر نتائج اخذ کر سکتا ہے۔ ان میں وہ فلسفہ اور حکمت کے علوم داخل کرتا ہے۔

اور نقلی علوم سے مراد وہ علوم ہیں جن میں انسانی فکر و عقل کا بالکل دخل نہیں ہے۔ اس میں انسان کو واضح شریعت کی دی ہوئی ہدایات پر مکمل اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ البتہ ان کلیات کی روشنی میں فروعی مسائل کا استنباط کر سکتا ہے۔ علوم نقلیہ میں اس نے تفسیر ، تجوید ، حدیث ،فقر میراث، اصول فقہ ، کلام اور تصوف وغیرہ کو شمار کیاجاتا ہے۔

ابن خلدون نے علوم کی ایک اور تقسیم کرتے ہوئے بتایا ہے کہ معاشرہ میں مروجہ علوم کو دوانواع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک نوع تو ان علوم کی ہے جو مقصود بالذات ہوتے ہیں۔ یعنی انسانی تعلیم کا مدار ہی ان پر ہوتا ہے۔ جیسے تفسیر ، حدیث، فقہ، علم کلام، طبیعات اور الٰہیات وغیرہ اور دوسری قسم میں وہ علوم داخل ہیں جن کا حاصل کرنا بذات خود تو ضروری نہیں لیکن وہ مقصود بالذات علوم کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے ان علومِ آلیہ پر ساری عمر ضائع نہیں کر دینی چاہیے بلکہ انہیں اس حد تک سیکھنا چاہیے جو ضرورت پوری کر سکیں۔[67]

ان دونوں اقسامِ علوم میں قرآن مجید سر فہرست ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ علوم اسلامیہ میں قرآن مجید کو جو مقام اور درجہ حاصل ہے وہ کسی بھی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہو

سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی واحد محفوظ کتاب ہے جس کی تعلیم و تعلم کی تاکید کی گئی ہے۔ اس لئے مسلمانوں نے اپنے نصاب تعلیم میں اسے اعلیٰ ترین مقام دیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض ممالک میں تو نصاب تعلیم صرف قرآن مجید سے عبارت ہے۔ابن خلدون قرآن مجید کی مروجہ اصلاح طلب تعلیمی حالت کو یوں بیان کرتا ہے۔

> ''اہل مغرب اپنے بچوں کو صرف قرآن مجید اور اس سے متعلقہ علوم مثلاً رسم الخط اور حاملین قرآن کی تعلیم دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی معلومات بڑی محدود ہوتی ہیں۔وہ ملکہ سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔وہ صرف قرآن مجید کے اسلوب نگارش سے مطلع ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ علوم عربی سے نابلد ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ عربی لکھ بھی نہیں سکتے۔ اندلس کے لوگ قرآن مجید، قوانین عربیہ، تجوید، رسم الخط اور کتابت کی تعلیم دیتے ہیں۔ان میں چونکہ علوم عربیہ بچوں کو پڑھائے جاتے ہیں، لہٰذا وہ شعر وادب کے بارے میں بلند مقام رکھتے ہیں لیکن دیگر علوم سے بالکل عاری ہیں۔ اور ان کے ہاں ابتداً جو علوم رواج پا گئے ان پر خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوتا۔ گویا جمود کی سی کیفیت طاری ہے۔ افریقہ اور تونس کے لوگ قرآن مجید اور حدیث نبوی بیک وقت پڑھاتے ہیں۔ اختلاف روایت الفاظ قرآن اور مختلف قراءت کی بھی تعلیم دیتے ہیں۔ اور مشرقی باشندے قرآن مجید اور اس کے علوم کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاں کتاب قرآن مجید کی تعلیم نہیں دی جاتی بلکہ اہل مشرق میں کتابت ایک مستقل فن ہے، جو دوسرے فنون کی طرح حاصل کیا جاتا ہے۔''[68]

ان تفاصیل کو بتانے کے بعد ابن خلدون مسلمان بچوں کیلئے اپنے مجوزہ نصاب تعلیم کا خاکہ اس طرح پیش کرتا ہے کہ سب سے پہلے بچے کو عربی زبان اور شعر کی تعلیم دی جائے۔کیونکہ بچپن کی تعلیم کے نقوش بڑے گہرے ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ عربی زبان پر مہارت حاصل کر لے گا۔اور اس زبان کو لکھنے پڑھنے کا بچوں کو ملکہ حاصل ہو جائے گا۔یہی نہیں بلکہ شعر جو عربوں کی معلومات کا دائرۃ المعارف ہے۔اس سے واقف ہو کر بچہ پہلے عربوں کے قبل از اسلام علوم و فنون کی اصطلاحات، آداب معاشرت اور دیگر ضروری معلومات سے آگاہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اسے قرآن مجید اور حدیث نبوی کی اصطلاحات اور ان کے اسرارو رموز سمجھنے میں آسانی ہوگی اور سب سے بڑھ یہ فائدہ ہو گا کہ طالب علم قرآن مجید اور حدیث کو جب پڑھے گا تو اس کا صحیح مفہوم اور منشاء سمجھ پا رہا ہوگا۔اس کے بعد حساب کی تعلیم جائے۔کیونکہ حساب کی تعلیم سے انسان کا ذہن و شعور ترقی کرتا اور اس کی عقل پروان چڑھتی ہے۔ اس طرح سے جب انسان میں لسانی اور عقلی طور پر قرآن مجید کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے تب قرآن مجید کی تعلیم کا آغاز کرنا چاہیے۔

ابن خلدون کے مذکورہ بیان اور پھر اس کے اصلاحی اقدام اور قابل عمل تجویز کی روشنی میں جب ہم اپنے ملک کے گردو پیش کا جائزہ لیتے ہیں اور اپنے ملک میں قرآن مجید کی تعلیم پر نظر ڈالتے ہیں توناگفتہ بہ صورتِ حال ہمارے سامنے آتی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ آئندہ نسل کو دین اسلام کی صحیح تعلیم دینے کیلئے ابن خلدون کے مجوزہ نصاب تعلیم کو جدید حالات کے تقاضوں میں اس طرح سمویا جائے کہ ہمارے نوجوان ابتدا سے عربی زبان سے واقفیت حاصل کرلینے کے بعد قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے اور اس میں غور و تدبر کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

ابن خلدون نے اپنے عہد کے مختلف ممالک کی مدت تعلیم پر بھی بحث کی ہے۔ابن خلدون کے مطابق زیادہ سے زیادہ مدت تعلیم سولہ سال تھی جو مغرب میں زیر عمل تھی۔اور کم از کم مدت تعلیم پانچ سال تھی جو اہل تونس میں رائج تھی۔[69] لیکن ابن خلدون ان دونوں مدتوں کو افراط و تفریط پر مبنی قرار دیتا ہے۔اور اگرچہ اس نے کسی بھی مدت کی تعین نہیں کی تا ہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسی مدت تعلیم متعین کرنے کا قائل تھا جس میں انسان کو ملکہ حاصل ہو جائے لیکن اس بات کا ہرگز قائل نہیں کہ انسان عمر بھر صرف تعلیم ہی حاصل کیے چلا جائے۔اور دنیا کے دیگر مشاغل سے کنارہ کش رہے۔ وہ زیادہ کتابوں کے داخل نصاب کرنے اور مختلف قسم کی اصلاحات و فنون کی تعلیم اپنانے کی پر زور مخالفت کرتا ہے۔ اور اسے تعلیم کا سب سے زیادہ نقصان دہ پہلو گردانتا ہے کہ طالبعلم کو بہت سی کتب پڑھائی جائیں اور اس سے توقع کی جائے کہ وہ لا تعداد اصطلاحات زبانی یاد کرنے اور طوطے کی طرح رٹنے کا عادی ہو جائے۔[70]

ابن خلدون نصابی کتب کے بارے میں یہ بیان کرتا ہے :

> ’’ بعض اساتذہ طالبعلموں کو متون شروح در شروح کی تعلیم دیتے ہیں اور بعض اساتذہ محض ایسے متون پڑھاتے ہیں۔جو نہ صرف ضرورت سے زیادہ مختصر ہوتے ہیں، بلکہ مغلق بھی ہوتے ہیں۔ وہ اس بات کی ترغیب نہیں دیتا کہ طویل کتب داخل نصاب ہوں بلکہ اس کا نظریہ یہ ہے کہ طالب علموں کی استعداد کے مطابق نصاب تدریجی مرتب کیا جائے اور آغاز میں آسان کتب پڑھائی جائیں۔ پھر تدریجاً مشکل کی طرف رہنمائی کی جائے۔ لیکن اس بات کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ نصاب میں ایسی کتب ہرگز داخل نہ کی جائیں جن کو پڑھتے وقت متعلمین عبارت میں الجھ کر رہ جائیں اور اصل مسائل کو سمجھ ہی نہ سکیں۔‘‘[71]

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں نصاب تعلیم پر بحث کرتے ہوئے ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ ایک وقت میں طالب علم کو ایک ہی مضمون پڑھایا جائے او ر کسی حال میں بھی بیک وقت کئی مضامین کی تعلیم نہ دی جائے۔[72] اس کا خیال ہے کہ اس طرح طالب علم کسی بھی علم پر مہارت حاصل نہ کر پائے گا۔ بہت ممکن ہے کہ وہ علم سے متنفر ہی ہو جائے۔[73]

خلاصہ کلام:

ہم ابن خلدون کے ان نظریات کی تاویل کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ طالب علم کا ذہنی رجحان معلوم کر کے اس کے مطابق متعلقہ علوم و فنون میں کسی ایک کی تعلیم دینے کا قائل ہے جسے ہم آجکل ’’ تخصص‘‘ کہتے ہیں۔

ابن خلدون نے ذریعہ تعلیم قومی زبان کو قرار دیا ہے۔اور چونکہ اس وقت کی بیشتر اسلامی دنیا میں عربی رائج تھی اس لئے وہ عربی زبان میں ملکہ حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں۔ مضری زبان کے عنوان سے طویل بحث کرتے ہوئے عربی زبان کا ملکہ حاصل کرنے کیلئے وہ ضروری قرار دیتا ہے کہ پہلے نحو سیکھی جائے۔ اور کلام عرب پر عبور حاصل کیا جائے۔ اور پھر اس کے ذریعے سے ہی علوم و فنون سیکھے جائیں۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

الغرض ابن خلدون نے آج سے صدیوں قبل عملی طور پر بتا دیا تھا کہ کوئی بھی قوم اس وقت تک تعلیم و تعلم میں اپنا بلند مقام حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ذریعہ تعلیم قومی زبان کو نہ بنائے۔لیکن آج وطنِ عزیز میں اس حوالے سے کیا ہو رہا ہے یہ نہایت توجہ طلب ہے۔

حوالہ جات

1- ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، مترجم راغب رحمانی(کراچی،نفیس اکیڈمی)ص: ٢٦٦۔
2- ایضاً،ص: ٢٦٤۔
3- ایضاً،ص: ٢٦٨۔
4- ایضاً،ص: ٢٤٠۔
5- ایضاً،ص:٢٤٢۔
6- ایضاً،ص:٢٤٣۔
7- ایضاً،ص: ٢٤٤۔
8- ایضاً،ص:٢٨٢۔
9- ایضاً،ص:٢٨٨۔
10- ایضاً،ص:٢٨٩۔
11- ایضاً،ص:٢٩٣۔
12- ایضاً،ص:٣٠٩۔
13- ایضاً،ص:٣١١۔
14- ایضاً،ص:٣١٣۔
15- ایضاً،ص:٣١٥ ۔
16- ایضاً،ص:٣١٨۔
17- ایضاً،ص:٣٢٢۔
18- ایضاً،ص:٣٢٣۔
19- ایضاً،ص: ٣٢٥۔
20- ایضاً،ص:٣٢٤۔
21- ایضاً،ص:٣٢٨۔
22- ایضاً،ص:٣٢٩۔
23- ایضاً،ص:٣٣٠۔
24- ایضاً، ص:٣٣٢۔
25- ایضاً،ص:٣٣٨۔
26- ایضاً،ص:٣٤٢۔
27- ایضاً،ص:٣٥٣۔
28- ایضاً،ص:٣٥٩۔
29- ایضاً،ص:٣٦٢۔٣٦٣۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

30- ایضاً،ص:۳۶۳۔
31- ایضاً،ص: ۳۷۰۔
32- ایضاً،ص:۳۷۲۔
33- ایضاً،ص:۳۷۳۔
34- ایضاً،ص:۳۷۶۔
35- ایضاً،ص:۳۷۷۔
36- ایضاً،ص:۳۸۱۔
37- ایضاً۔
38- ایضاً،ص:۳۸۲۔
39- ایضاً،ص:۳۸۳۔
40- ایضاً،ص: ۳۸۵۔
41- ایضاً،ص:۳۹۱۔
42- ایضاً،ص:۳۹۳۔
43- ایضاً،ص:۳۹۴۔
44- ایضاً،ص:۳۹۶۔
45- ایضاً،ص:۳۹۷۔
46- ایضاً،ص:۳۹۸۔
47- ایضاً،ص:۴۰۰۔
48- ایضاً،ص:۴۰۲۔
49- ایضاً،ص:۴۰۴۔
50- ایضاً،ص:۴۰۶۔
51- ایضاً،ص:۴۰۷۔
52- ایضاً،ص: ۴۱۳۔۴۱۴۔
53- ایضاً،ص:۴۱۴۔
54- ایضاً،ص: ۴۱۵۔
55- ایضاً،ص:۴۱۸۔
56- ایضاً،ص:۴۱۹۔
57- ایضاً،ص:۲۶۷۔
58- ایضاً، ص:۲۶۷۔
59- ایضاً، ص: ۲۶۸۔
60- ایضاً،ص:۲۷۰۔
61- ایضاً، ص:۴۰۱ ۔
62- ایضاً، ص:۴۰۳۔
63- ایضاً، ص: ۳۸۱۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 4 (1) Jan-March, 2018 pp: 53-65.
ISSN 2520-7121 (Online), ISSN 2520-7113 (Print)
www.gjmsweb.com, editor@gjmsweb.com

64- ایضاً، ص: ٣٨٠۔
65- ایضاً۔
66- ایضاً، ص: ٢۷١۔
67- ایضاً، ص:٢۷٣۔
68- ایضاً، ص:٢۷۴
69- ایضاً، ص: ٢٦٦۔ ٢٦۷۔
70- ایضاً، ص:٢۷٢۔
71- ایضاً، ص: ٢۷٣۔
72- ایضاً، ص:٢۷۴۔
73- ایضاً۔